Langat Singh College, Muzaffarpur

NAAC Grade—'A'

(A Constituent unit of B.R.A. Bihar University, Muzaffarpur)

H.O.D.
PG Deptt of Urdu

Email:
lscollegeprincipal@gmail.com

Ref. No.:..........

Date 27.04.2020

B.A (Part-I) Urdu Hons

Paper-I

Topic - Eqbal & Qasaid-e-Zoaq

Zarina Rahman
Associate Professor
Department of Urdu.
L. S. College, Muzaffarpur
Contact No - 9334940186
Contact day and time -
Mon, Wed - 11-AM to 01-P.M

Zarina Rahman

Dr. ZARINA RAHMAN
Head
Department of Urdu
L. S. COLLEGE
Muzaffarpur

اقبال

سوال - اقبال کی غزل گوئی کی خصوصیات پیش کیجئے -
یا - بال جبریل کی روشنی میں اقبال کی شاعرانہ خصوصیات بیان کیجئے -
یا - غزل نگار کی حیثیت اقبال کی شاعرانہ انفرادیت پر روشنی ڈالئے -

جواب - اردو کی جدید شاعری کی تاریخ اقبال کی شخصیت ممتاز شرف درجہ
رکھتی ہیں - اس لئے کہ انہوں نے موضاعاتی اور اسلوبی دونوں ہی
جہتوں سے اردو شاعری کے دامن کو مالامال کیا ایک طرف اپنی نظموں کے
ذریعہ انہوں نے نئے نئے موضوعات اور خیالات کے انبار لگائے تو
دوسری طرف نظم کے لئے سانچوں اور نئی ہیئتوں کی دریافت کی - اسطرح
داخلی اور خارجی دونوں ہی اعتبار سے شاعرانہ فن کو نئی جہتوں سے آشنا کیا -
جسطرح غالب نے تندی صہبا آب کے گلنے اور پگھلنے کا شکوہ کیا تھا اسی طرح
اقبال نے بھی حقیقت پر جام حرف کے تنگ ہونے کا گلہ کیا - فکری خوبی یہ ہے
کہ اقبال، غالب کی طرح تنگنائے غزل کے مثال ہو کر نہیں رہ گئے بلکہ انہوں نے
پرزور خیال کئے اسالیب کی دریافت کی - بال جبریل کے مطالعہ سے اس حقیقت اعتراف
کرنا پڑتا ہے کہ اقبال نے نظم نگاری کے ساتھ ساتھ غزل گوئی کے فن کو بھی
احساس و فکر کی تازہ روشنی سے قریب تر کیا
"بال جبریل" کا ابتدائی حصہ غزلوں پر مشتمل ہے -
ان غزلوں میں اقبال نے غزل کی روایتی اسلوب سے واضح طور پر انحراف
کیا ہے - عہد اقبال میں اسلوب غزل منجمد ہو چکا تھا - غزل کی فرسودگی اور
تعطل میں اس حد تک اضافہ ہو چکا تھا کہ اقبال سے کچھ پہلے حالی کو اصلاح غزل
کی طرف رجوع ہونا پڑا - حالی نے غزل کی مروج روایتوں میں تبدیلی لانے کے
جو مشورے دیئے ان میں ایک اہم مشورہ یہ تھا کہ غزل کے اشعار کو رسمی اور
سطحی مضامین سے باہر نکال لینا چاہئے تاکہ روایت پرستی اور تقلید بیجا سے
نجات حاصل ہو سکے - بال جبریل کے غزلوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ
اقبال نے اس صنف سخن کو مقلدانہ روش سے نجات دلائی اور غزل سے ایک
نئی صنفی توانائی اور تابناکی، جانداری اور شادابی پیدا کی - بال جبریل کی ابتدائی
دس غزلیں حمدیہ مزاج رکھتی ہیں لیکن ان میں حمد و ثنا کا مزاج کو انداز بھی
انوکھا ہے - اقبال نے خالق کائنات کی بارگاہ میں بندہ خاکی کے جو احساسات

پیش کیئے ہیں ان میں نزاکتیں بھی ہیں اور فکری گہرائیاں بھی اس کے علاوہ عاجزانہ شکوے کی کیفیت بھی نظر آتی ہے اور انسانی قدروں سے گہری وابستگی بھی نمایاں ہے۔ "بال جبریل" کی دوسری غزل کے مطالعہ سے اس کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ ارضی زندگی کی بے پناہیوں اور آزمائشوں سے شاعر بخوبی واقف ہے۔ انہیں اس کا احساس ہے کہ مادیت کی تند و تیز ہواؤں نے انسانی قدروں کی پامالی کی ہے لیکن اقبال خالق کائنات کی بارگاہ میں بہت ادب سے یہ احساسات پہونچا رہے ہیں کہ انسانوں کا زوال اور انسانی قدروں کی پامالی زوال آدم کے لیئے افسوسناک اور پریشان کن ہے بلکہ خالق مطلق کیلئے فکر انگیز ہے۔

اس کوکب تابانی سے ہے ترا جہاں روشن
زوال آدم خاکی زیاں تیرا ہے یا میرا

اقبال نے اپنی غزلوں میں اللہ تعالیٰ سے اپنے پرخلوص اور گہرے عشق کا اظہار بھی کیا ہے۔ ان کے نزدیک اللہ کا وجود صرف یہ کہ محبت کئے جانے کا مستحق ہے بلکہ وہ وجود مطلق ہے جسے اپنے بندوں سے بے پایاں محبت ہے۔ غالباً یہی وسیلہ عشق ہے جس نے خود آشکاری اور بے حجابی کی فرمائش شعری زبان میں کی ہے۔

عشق بھی ہو بے حجاب، حسن بھی ہو بے حجاب
یا تو خود آشکار ہو، یا مجھے آشکار کر۔

عہد رفتہ کی زندگی کی تاریخی روایت کا گہرا شعور اقبال کے شعروں میں موجود ہے۔ اقبال کا شاعرانہ تصور یہ تھا کہ تخلیق کائنات سے پہلے بھی خالق اور بندے کے درمیان ایک مضبوط رابطہ عشق تھا۔ دنیاوی زندگی میں داخل ہونے کے بعد بھی بندہ خاکی کی اپنے خالق مطلق سے اسی تعلق کا شعور موجود ہے۔ اقبال نے اپنے اشعار میں عشقیہ کیفیات کی پیشکش کے دوران بندہ خاکی کی خودداری اور خود آگہی کو بھی سامنے رکھا ہے

بال جبریل کا یہ شعر:

باغ بہشت سے مجھے حکم سفر دیا تھا کیوں
کار جہاں دراز ہے اب مرا انتظار کر

انسان کی خودداری اور وجود کی آئینہ داری کرتا ہے۔ کہیں کہیں اقبال نے اسی خودی کے احساس کو نہایت دلنواز انداز میں گہری معلومات کے ساتھ پیش کیا ہے۔ انہیں اس کا احساس ہے کہ عشق کے خطرات سے گزرنا پڑتا ہے۔ بندۂ خدا کے عشق کے مختلف کیفیتوں کی آئینہ داری کے دوران اقبال نے اس حقیقت کو بھی فراموش نہیں کیا ہے کہ خالق کائنات یعنی معشوق حقیقی یا معشوق ازل ایک دائمی وجود رکھتا ہے جب کہ انسان یعنی عاشق کا وجود بالکل عارضی ہے۔ چونکہ انہیں اسکی بھی فکر ہے کہ پائیدار۔ ناپائیدار کا عشق معقول جواز نہیں رکھتا اس لئے وہ نہایت خوبصورتی سے یہ مطالعہ کرتے ہیں ؎

؎ کہ اسی لیئے تجھ کو زندگی جاوداں ملا
نہی ذاتی شوق دیکھ دل لستہ اٹھا

بال جبریل کی ان غزلوں کے مطالعہ سے ایک اہم بات یہ سامنے آتی ہے کہ اقبال نے اپنی غزلوں کے اشعار کو معنوی طور پر منتشر نہیں ہونے نہیں دیا ہے اور نہ ان میں مفہوم کے اعتبار سے کوئی تضاد ملتا ہے۔ بال جبریل کی تمام غزلیں فکر و فن کے دلکش امتزاج کی آئینہ داری کرتی ہیں۔ ان غزلوں میں نغمگی، موسیقیت کی دلکش فضا بھی موجود ہے خیالات اور افکار میں بلندی اور گہرائی ہے تو شاعرانہ طرز اور حسن میں تازگی جدت و ندرت بھی الفاظ کے انتخابات لفظی تراکیب کی جستجو اور تشبیہات و استعارات کے برتاؤ میں بھی اقبال کی ندرت سخن، تازگی یہاں اپنی مثال آپ ہے

بال جبریل کی یہ غزلیں بنیادی طور پر غزل فرسودہ فرسودی اور روایتی آہنگ اور مزاج سے بالکل الگ نوعیت کی حامل ہے۔

درج ذیل مصرع سے جو ذوق کا قصیدہ شروع ہوا ہے اس کا خلاصہ لکھئے

(7)

ساون میں دیا پھر مہ شوال دکھائی
برسات میں عید آئی قدح کش کی بن آئی

شیخ ابراھیم ذوق کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ قصیدہ نگاری میں انہوں نے اپنا کمال دکھایا ہے۔ انہوں نے قریب تیئس ۲۳ قصیدے لکھے ہیں اور ان میں سے صرف ایک قصیدے کو چھوڑ کر باقی تمام قصیدے اکبر شاہ ثانی اور بہادر شاہ ظفر کی مدح میں ہے جس میں بہادر شاہ ظفر کے عید منانے کی توصیف بیان کی ہے

اس قصیدہ میں ذوق فرماتے ہیں کہ برسات کا موسم ہے اور عید آگئی ہے شوال کے مہینے میں چاند دیکھتے ہی شرابیوں کی بن آئی ہے۔ چاند اشارہ سے کہہ رہا ہے کہ اے ساقی چاند جیسی طلائی کشتی کو شراب سے بھر دے۔ جام بلوریں میں سرخ شراب عکس فگن ہے اور مے کش کے پاؤں اس کے رنگ سے حنائی ہو رہے ہیں آسمان میں جب بجلی چمکتی ہے تو لگتے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ساقی نے آگ سے یہ تیز اثر شراب اڑائی ہے۔ بارش ایسی شراب پر ہے اور بارش اس قدر ہو رہی کہ ہر نالہ امڈ امڈ کر بہہ رہا ہے گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لشکر باراں کی دریا پر چڑھائی ہے۔ زیادہ بارش ہونے کی وجہ سے فضا سرد ہوگئی ہے جو عاشق کے جگر کو ٹھنڈک پہنچا رہی ہے۔ بارش کی وجہ سے فضا میں جو تاثیر پیدا ہوگئی ہے اس سے آسمان پر خورشید کی آنکھ میں بھی ہوائی اڑ رہی ہے۔ تمام عالم میں طرب و عیش کا وہ سماں ہے کہ ابھی صدر سبوں میں بھی پڑھائی پر آئے، نام ہے۔ انگور کی بیکاریاں بھی شراب سے خالی نہیں اس کا اثر یہ ہوگیا ہے کہ زاہد کا ہر دانۂ تسبیح رہا سے پر ہے۔ کبھی صبا آکر مشک فشانی کرتی ہے اور کبھی کبھی باد نسیم لخلخہ سائی میں مشغول ہے اور صحرا میں جہاں شرابیوں کا میکدہ تھا وہاں آج سبزے نے جوش سے مخمل بچھا دئے ہیں۔ آوارگی گل کے لئے جائے رنگین ہے اور غنچہ کی رہائش کے لئے تنگ قبا ہے۔ نرگس نے آنکھ میں کاجل لگائی ہے گل سوسن کے پتے نے اپنے لب پر مسّی رکھ لی ہے۔ خورشید لینے ابرو پر قوس و قزح بنائے ہوا ہے اور شفق کی سرخی سے اپنی داڑھی حنائی کرنے میں مشغول ہے گل چمن کے گال کی سرخی سے یہ عالم ہے کہ جیسے کوئی ترک عالم غضب میں ہو۔ گل احمر کی شاخ کی زرالف سے ملائی ایک گل کے ساغر کے تحمل نہیں ہو رہی ہے اور مطرب کی نغمہ سرائی کے اعجاز میں ہر خار کی زبان پر شعر ہے اور چمن میں ہر طائر نغمہ سرائی میں مصروف ہیں۔

اس تشبیب کے اشعار کے بعد شاعر کہتا ہے کہ اے بادشاہ دراصل
عید پہ رونق تمہاری وجہ سے ہے اور پوری دنیا تمہیں دیکھ کر عید منا رہی ہے اور
جسے مہ نو کہتے ہیں دراصل وہ تیرے ابرو کی آئینہ چرخ میں جلوہ نمائی ہے
بزم میں تیرے پر تو سے شراب عیش کا جام ساغر جمشید کے مثل ہو گئی ہے
تمہارے علم کا حال یہ ہے کہ وہ آسمان کے سر سے بالاتر ہے۔ گویا جس طرح
دریا کو کوزے میں بند نہیں کیا جا سکتا اسی طرح تمہارے علم کی وسعت آسمان
سے بالاتر ہے آخر میں ذوق فرماتے ہیں کہ اے بادشاہ تو کرسی زر پر اس
طرح جلوہ افروز ہے جس طرح طلائی رحل پر کوئی صحیفۂ آسمانی رکھا ہو۔
تم اس قدر سخی ہو کہ دریا بھی دست سوال تمہارے سامنے دراز کئے ہوئے ہے۔
تیری ہدایت گمراہوں کو راہ پر لاتی ہے اور رہزن بھی تمہارے اثر سے صراط مستقیم
پر چلنے لگتے ہیں تیری شمشیر کی نوک جب تک ناز تیز نہ ہو، تیرے دشمن
کی بھی اس وقت تک عقدہ کشائی نہیں ہوتی ہے۔ اگر آسمان تیرے در
پر سجدہ کرے تو اس کے سجدے کا نشان خورشید سے بڑھ کر روشن
ہو جائے، تمہارے رخ روشن کا عکس پر بلقیس کی مانند ہے۔ ذوق نے اسی
طرح کچھ اور مدح سرائی کرتے ہوئے آخر میں لکھا ہے کہ اے بادشاہ ذوق
دعا دیتا ہے کہ تیری تعریف کے مضمون باندھنے میں بڑے بڑے ذہین لوگوں
کو بھی یہ کمال نہیں ہے جو مضمون میں نے تیری تعریف میں باندھے ہیں۔ لہذا
اے بادشاہ ہر سال تمہیں اسی طرح عید مبارک ہو اور تو اسی طرح ہمیشہ
مسند شاہی پر جلوہ فگن رہے۔